قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کی تصنیفی خدمات- تجزیاتی مطالعہ

حافظ صبیحہ منیر*

Qazi Muhammad Sulaiman Salman Mansoorpuri is one of the most important name amongst the Islamic personalities of 20th century. He was basically a judge but in addition to it he was also a great, scholar, jurist and historian. Quran, Hadith, Fiqh in general and Seerat-un-Nabi and comparative religion in particular are his major areas of interest. *Rahmat-ul-lilalameen, Mohre Nabuwat, Ashab-e-Badar, Syed ul Bashar* and on comparative religion, *Burhan, istiqamat, gayat ul maram & khutbat-e-suleman*, are specialy his worth mentioning books. In these books, scheme of submission and language, are quite simple and comprehensive and at the same time material is very authentic and attractive. Books of Qazi Sahib are realy a valuable research and continuous source of knowledge and guidance for not only the students of this area but also for the general public having interest in these spheres.

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ عظیم مصنف، مؤرخ اور محقق یگانہ تھے اور تحریر و تقریر میں وحدت و یگانگت کی عملی تفسیر و تصویر مجسم تھے۔ قاضی صاحب آغاز جوانی سے وفات کے کچھ عرصہ بیشتر تک ریاست پٹیالہ کے نہایت اہم ذمہ دارانہ مناصب پر فائز رہے یہ مناصب وقت طلب بھی تھے اور محنت طلب بھی لیکن سرکاری امور میں انتہائی مصروفیات کے باوجود اُنھوں نے علمی و تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ وغیرہ متعدد دقیق عنوانات کو ہدفِ بحث ٹھہرایا اور آپؒ نے مرزائیت اور عیسائیت سے متعلق ایسے اسلوب میں اظہارِ خیال کیا جو سب سے اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے۔

قاضی صاحب کو مختلف مقامات سے خطوط آئے جن کا مدلل انداز میں جواب دیتے۔ لوگ بذریعہ تحریر ان سے فقہی مسائل دریافت کرتے تھے ان کا جواب بھی تحریری صورت میں دیتے تھے۔ خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے اور روزانہ درسِ قرآن بھی ان کے فرائض میں شامل تھا غرض ان کی زندگی کے شب و روز بدرجہ غایت مصروفیت میں گزرتے تھے۔ اس کے باوجود آپؒ نے متعدد دینی موضوعات پر علم و دانش کے موتی لوٹائے اور تادمِ آخر اپنے قلم کو تبلیغ دین کے لیے سرگرم کار رکھا اور بہت سی یادگار تصانیف پیش کیں، جو اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں اور لوگوں نے ان سے بے حد استفادہ کیا ہے۔ قاضی صاحب کی تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

*لیکچرر اسلامیات، کنکورڈیا کالج، جوہر ٹاؤن، لاہور۔

رحمۃ للعالمین

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کی شہرہ آفاق جامع ومانع کتاب "رحمۃ للعالمین" بیسویں صدی کے نصف اول میں لکھی گئی۔ تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے ایک ایک صفحہ پر محبت وعقیدت اور صحت استناد کے بظاہر مختلف انداز جس طرح شیر وشکر نظر آتے ہیں اس کی نظیر اُردو زبان میں شائع شدہ سیرت النبی کی دوسری کتابوں میں کم ہی نظر آتی ہے۔

اس کتاب کی ضخامت ۸۶۴ صفحات اور تین جلدیں ہیں۔ پہلی جلد پہلی مرتبہ ۱۹۱۲ء میں دوسری جلد ۱۹۲۱ء اور تیسری جلد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی اور اس کے بعد سے شائع ہو رہی ہیں۔ اب مکتبہ رحمانیہ نے اسے ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔

قاضی صاحب کی تالیف وتصنیف "رحمۃ للعالمین" اُن کا شاہکار اور عشق رسول ﷺ کی اصل جولان گاہ ہے جسے قاضی صاحب نے کمال دیانت داری اور مؤرخانہ احتیاط کے ساتھ لکھا ہے مصنف سیرت نگاری کی نازک ذمہ داری سے بخوبی آگاہ تھے لیکن اُردو میں آنحضرت ﷺ کی سیرت پر کسی جامع اور مبسوط کتاب کی کمی نے اُن کے عزم وحوصلہ کو استقامت بخشی اور وہ "رحمۃ للعالمین" کی تالیف پر آمادہ ہو گئے۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ:

> اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت نبوی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے۔ اگر ذرہ بے مقدار، خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء کا مکیال بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی، جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں، درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور وہ دردِ محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے، توفیقِ الٰہی ہے جو برابر مجھے اس کام پر لگائے رکھتی ہے، جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے، انفروا خفافاً وثقالاً کی صفیر کان میں گونج رہی ہے۔[1]

لہٰذا قاضی صاحب کے اس اظہار خیال سے معلوم ہوا کہ اس فرض شناسی دردِ محبت اور توفیقِ الٰہی نے اُن سے ایک ایسی کتاب لکھوائی جو سیرتِ رسول ﷺ پر جدید نقطہ نظر سے لکھی ہوئی اردو کی پہلی مفصل اور جامع کتاب ہے۔

"رحمۃ للعالمین" سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی تین جلدوں پر مشتمل ایک متوسط کتاب ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری کی (جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے) سالہا سال سے یہ آرزو تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سیرت پر تین کتابیں لکھ سکیں۔

(ا) مختصر (ب) متوسط (ج) مطول

مختصر کتاب اُنہوں نے "مہر نبوت" لکھی اور متوسط کتاب کا نام "رحمۃ للعالمین" رکھا اور اسے تین جلدوں میں مکمل کرنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ اس کی پہلی اور دوسری جلد مصنف کی حیات میں ہی مکمل اور شائع ہو گئیں جبکہ تیسری جلد اُن کے انتقال کے بعد سید سلیمان ندویؒ نے شائع کروائی، البتہ مطول کتاب لکھنے کی تمنا پوری نہ ہو سکی۔

کیونکہ "رحمۃ للعالمین" کی تیسری جلد کی تکمیل کے فوراً بعد وہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور واپسی پر جہاز میں ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔ تیسری جلد کا مسوّدہ قاضی صاحب نظر ثانی کے لیے اپنے ساتھ لے گئے تھے چنانچہ ریل اور جہاز میں اس پر کام کرتے رہے اور چند نئے ابواب کا اضافہ بھی اس میں کیا۔ آپ کے وصال کے بعد یہ مسودہ کچھ عرصہ تک آپ کے اسباب میں بند رہا اور پھر سید سلیمان ندوی نے تلاش کر کے شائع کروایا۔[2]

الجمال والکمال

یہ قاضی صاحبؒ کی ایک یادگار تصنیف ہے۔ درحقیقت یہ قرآن مجید کی سورۂ یوسف کی تفسیر ہے جس میں جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کا تفصیلی ذکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں احسن القصص سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس میں قاضی صاحب نے بڑی عمدگی، ذمہ داری، علمی اور تاریخی سلیقہ سے قصہ یوسف کے ایک ایک جز کو دلائل اور براہین کی روشنی میں بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے، اس وجہ سے یہ ایک بھرپور تفسیری اور تحقیقی تصنیف ہے جو کہ قاضی صاحب نے جب پہلی بار حج کے لیے تشریف لے گئے تب لکھنا شروع کی۔ آپؒ ۵ مئی ۱۹۲۱ء کو دہلی سے روانہ ہوئے اور ۲۸ اگست ۱۹۲۱ء تک وہیں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں حج اور عمرے بھی کیے۔ عبادات اور دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ ۲۲ اگست ۱۹۲۱ء تک تفسیر یوسف مکمل کر لی۔[3]

کتاب کے شروع میں آپؒ رقمطراز ہیں کہ تفسیر یوسف لکھنے کا مدت سے شوق تھا۔ مکہ مکرمہ پہنچا تو یہ شوق زیادہ بڑھ گیا اور خیال آیا کہ اسی بلد الامین میں کچھ لکھ لیا جائے جہاں اس سورت کا نزول ہوا تھا۔ آپؒ کم و بیش پونے تین ماہ مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے اور تفسیر مکمل کر لی، البتہ خاتمہ تفسیر کے دس بارہ صفحات واپسی پر جہاز میں لکھے اور آخر کے تیرہ چودہ صفحات میں ان مشاہیر کے مختصر حالات تحریر فرمائے جن کا ذکر تفسیر میں آیا ہے۔ سورۂ یوسف کی یہ تفسیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے واحد تفسیر ہے جس میں لغت کے مسائل بھی زیرِ بحث آئے ہیں۔ قانونی نکات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ فقہی معاملات بھی معرضِ بیان میں آئے ہیں۔ تاریخی اور جغرافیائی حالات کی طرف بھی قارئین کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔

مہر نبوت

قاضی صاحب نے جہاں محققین اور پڑھے لکھے طبقہ کے لیے لازوال کتب تصانیف فرمائیں وہاں وہ دعوت و تبلیغ کے حوالہ سے تمام قارئین بالخصوص کم پڑھے لکھے لوگوں اور نونہالان اُمت کو بھی اپنی محبتوں، فیاضیوں اور علمی لطافتوں سے نوازتے رہے۔ مہر نبوت اسی سلسلے کی ایک زندہ و جاوید یادگار تصنیف ہے جو سیرت النبی ﷺ پر مختصر ہونے کے باوجود جامع کتاب ہے۔ اس کے مندرجات میں بڑی مٹھاس، بڑا پیار اور انتہائی روانی پائی جاتی ہے۔ قاضی صاحب کی اس تصنیف میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جنھیں قاضی صاحب کی تحریر و انشاء کے بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔

قاضی صاحب کی کتاب "مہر نبوت" ایک مختصر کتاب ہے جو پہلی مرتبہ ۱۸۹۹ میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ہر چھوٹے بڑے کے لیے یکساں افادے کا باعث ہے۔ ۱۸۹۹ء کے بعد "مہر نبوت" بہت دفعہ چھپی اور مسلسل شائع ہو رہی ہے۔

معارف الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ

اللہ عزوجل کے اسماءِ مبارکہ پر قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی یادگار تصنیف جس میں اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ پر بڑی شرط و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کا پورا نام "معارف الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ" ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ء میں خلیفہ ہدایت اللہ پبلشر ضلع دار پٹیالہ نے شائع کی تھی۔ اس کے بعد کئی دفعہ مختلف ناشرانِ کتب نے شائع کی۔

اپنے موضوع پر اولین بے نظیر، منفرد اور خوبصورت تصنیف ہے۔ گو بعد میں اس موضوع پر متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ لیکن اولیت کا شرف قاضی محمد سلیمانؒ ہی کو حاصل ہے۔ اُس کتاب میں مصنفؒ نے اللہ عزوجل کی توحید و عظمت، حاکمیت، وحدانیت اور دیگر صفات واوصاف کو بڑی باریک بینی اور شرح وبسط سے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح فرمایاہے۔ نام کے لغوی معنی بھی بیان کیے گئے ہیں اور اصطلاحی بھی، پھر قرآن میں جہاں جہاں وہ نام آیاہے اور جس اسلوب میں آیاہے اور جن معنوں میں آیاہے، اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں مراتب ہدایت بیان کیے گئے ہیں جو قاضی صاحب کے نزدیک چار ہیں جن سے جمادات، نباتات اور حیوانات ہر مخلوق متمتع ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے ہدایت کے ان چاروں مراتب کی قرآن کے مختلف مقامات سے مثالیں دے کر وضاحت فرمائی ہے۔

چونکہ مصنف خود بھی عالم با عمل اور صاحبِ زہد وورع، اخلاص وللّٰہیت کے ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اس لیے ان کی یہ تصنیف اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کی معرفت کے ساتھ ساتھ مسنون اذکار ووظائف قرآنی اور نبوی دعاؤں کا ایک خوبصورت، مستند اور دل آویز مجموعہ ہے۔[4]

الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ

آٹھویں صدی کے عظیم اور جلیل القدر امام ابن قیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) کی ایک نہایت اہم کتاب "جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام" ہے۔ اس کتاب میں امامؒ نے نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور اس سلسلے کے مسائل ومباحث کا تفصیل سے ذکر کیاہے اور اس موضوع کی تمام احادیث اس میں جمع کر دی ہیں۔ کتاب میں احادیث کی فنی حیثیت پر بھی بحث کی گئی ہے۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ بھی ایک خاص انداز سے بیان کی گئی ہے۔

قاضی صاحب کو اس قسم کے مباحث ومسائل سے بے حد دلچسپی اور انتہائی تعلق خاطر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس عربی کتاب کو "الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ" کے نام سے اردو میں منتقل کیا تاکہ اردو خواں طبقہ اس کے مشمولات سے مستفید ہو سکے۔ پہلی دفعہ قاضی صاحب کی زندگی میں یہ کتاب امرتسر سے شائع ہوئی تھی۔ پھر طویل عرصے کے بعد ۱۹۷۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ ۲۰۰۴ء

میں اسے ادارہ دارالسلام لاہور نے اپنی اشاعتی روایت کے مطابق خوبصورت انداز میں شائع کیا۔یعنی کتاب کے باطنی حسن کے ساتھ ظاہری حسن بھی نمایاں ہے۔

قاضی صاحب کی یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے۔ترجمے کی سلیس اور رواں دواں زبان کے ساتھ ساتھ حضرت مترجم کا قلبی خلوص بھی اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور نبی ﷺ سے ان کی بے پناہ محبت اور حدیث رسول(ﷺ) سے ان کا عملی شغف بھی واضح ہے۔کتاب ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور خوبصورت کاوش ہے کیونکہ یہ کتاب دراصل سیرت النبی ﷺ ہی کا ایک اہم باب ہے، جس میں صلوۃ والسلام کے متعلق احکامات، قرآن وسنت کی روشنی میں مستند، مسنون اور درود کے صحیح الفاظ اور اس کے فضائل وآداب کو بڑی عقیدت اور سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ قاضی صاحب کے تراجم کے سلسلے کا یہ ایک گراں قدر کارنامہ ہے۔

اصحابِ بدر

"بدرالبدور" المعروف اصحابِ بدر، غزوۂ بدر میں شمولیت اختیار کرنے والے تین سو تیرہ(۳۱۳) جلیل القدر مجاہدین، غازیوں اور شہداء کرامؓ کا خوبصورت اجمالی تذکرہ ہے، جنھوں نے اس معرکۂ حق وباطل میں نبی کریم ﷺ کی قیادت وسیادت میں اپنی جانبازی اور جانفروشی کی خوبصورت داستان اور سنہری کارنامے انسانی تاریخ میں رقم کیے تھے۔[5]

دیباچے میں قاضی صاحب اپنی تصنیف "اصحاب بدر" کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔"غازیانِ بدر کے حالات میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔میرے والد بزرگ وار مولوی قاضی حاجی احمد شاہ صاحب(غفر اللہ لہ) کو اصحاب کبار غزوۂ بدر کے ساتھ خاص شغف تھا۔انھوں نے بیسیوں بار اپنے قلم سے خط نسخ ونستعلیق میں ان مبارک ناموں کو لکھا اور احباب میں تقسیم کیا۔ان دنوں مجھے اتفاق سے ان کے قلم کی لکھی ہوئی ایک فہرست مل گئی۔دل میں آیا کہ ان کے حالات قلم بند کردوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ناچیز کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے والد بزرگ وار کے نامہ اعمال میں ثبت فرمائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ یکم مارچ ۱۹۳۰ء۔ محمد سلیمان عفی عنہ۔[6]

نبی ﷺ کے غزوۂ بدر کو عہدِ نبوت کے غزوات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔یہ غزوہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو ہوا جب کہ مسلمان تعداد میں بھی بہت کم تھے اور مالی اعتبار سے بھی کمزور

تھے۔ اپنے فضل و کرم سے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور صرف تین سو تیرہ بے سر و سامان مجاہدوں کو سامانِ جنگ سے لدے ہوئے ایک ہزار جنگجوؤں پر فتح سے نوازا۔ کفر و اسلام کے درمیان یہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی، قرآن نے اس جنگ کے دن کو یوم الفرقان قرار دیا ہے۔[7]

اس معرکہ یوم الفرقان میں شامل ہونے والے تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرامؓ کا خوبصورت گل دستہ شاید ہی کسی اور اردو کتاب میں اس قدر خوبصورت مفصل اور اچھوتے انداز میں دستیاب ہو۔[8]

آغازِ کتاب میں قاضی صاحب نے جنگ بدر کی پوری تاریخ اور کیفیت بیان فرمائی ہے اور جن حالات میں یہ جنگ ہوئی اس کی تفصیل درج کی ہے۔ یہ سلسلہ سولہ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اختتام پر مرقوم ہے۔ پٹیالہ۔ یکم رمضان ۱۳۴۸ھ۔ محمد سلیمان منصور پوری کان اللہ لہ۔[9]

اس سے آگے اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے "مہاجرین" کے عنوان سے ان مہاجر صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے جو شریک جنگ تھے۔ اس کے بعد "الانصار" عنوان قائم کر کے ان صحابہ کرامؓ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جو انصار تھے اور جنگ میں شامل تھے۔

چونکہ یہ سب جانثار اور جانباز فدائی ملت اسلامیہ کے روشن اور تابندہ ستارے ہیں اور ان کی بے لوث و بے مثال زندگی ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔[10]

غایت المرام

قادیانیت وہ خنجر ہے جو انگریز حکومت نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر متحدہ ہندوستان میں اپنے جبری اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے امتِ مسلمہ کے سینے میں گھونپنا چاہا تھا اور اس مذموم مقصد کے حصول کی خاطر ایک نام نہاد اور انگریز کے خیر خواہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو جو گھر کا بھیدی تھا، امتِ مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لیے تمام تر طاغوتی، مادی اور معنوی قوتوں کے سہارے میدان عمل میں اتارا۔ جس نے روشنی کے نام پر تاریکی، ہدایت کے نام پر گمراہی، اسلام کے نام پر کفر اور الحاد، اتفاق و اتحاد کی بجائے، منافرت اور تفرقہ کو امت مسلمہ میں رواج دینے کی کوشش کی۔[11]

قاضی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے مسیحیت اور ان کی کتابوں فتح اسلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام کے جوابات میں دو کتابیں لکھیں اور دونوں مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئیں۔ پہلی کتاب کا نام "غایت المرام" ہے جو ۱۸۹۳ء میں معرضِ اشاعت میں آئی۔ مرزا صاحب نے

۱۸۹۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ان پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ نبوت کے دعوے کی بنا پر یہ پہلا فتویٰ تھا جو مرزا صاحب پر کسی عالم دین نے لگایا۔ مرزا صاحب کی کتابوں اور دعوئ نبوت کے ابتدائی دور میں اوّلیں رسالہ "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثل المسیح" کے نام سے مولانا اسماعیل علی گھڑی نے ۱۸۹۲ء میں لکھا۔ یہ رسالہ ۲۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ لیکن قاضی صاحب نے مرزا صاحب کے رد میں مبسوط اور مفصل کتاب تصنیف کی۔ اس وقت قاضی صاحب کی عمر صرف اکیس بائیس برس کی تھی یعنی ان کا آغاز جوانی کا دور تھا، اور مرزا صاحب کے خلاف لکھنے والوں میں سب سے کم عمر تھے، لیکن اس اہم مسئلے پر ان کی تحریر کا ایک ایک لفظ بے حد متانت کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو بڑی ہمت اور ذہنی و فکری توانائی سے نوازا تھا۔ انھوں نے بہت سے اہم مباحث کو ہدفِ موضوع بنایا اور ہر موضوع پر توازن و اعتدال کے ساتھ بحث کی۔ گھبرانا اور غیض و غضب میں آجانا ان کے نزدیک معیوب فعل تھا۔[12]

قاضی صاحب کی یہ کتاب ایک اہم موضوع پر مشتمل ہے۔ احتیاط و توازن کا عمدہ ترین نمونہ اور دلائل سے بھرپور خزینہ ہے۔

تائید الاسلام

"تائید الاسلام" کو قاضی صاحب نے غایت المرام کا دوسرا حصہ قرار دیا ہے جو "غایت المرام" سے پانچ سال بعد ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی طبع دوم کے دیباچے میں ناشر کتاب خلیفہ ہدایت اللہ (پینشنر ضلع دار پٹیالہ) فرماتے ہیں کہ "رسالہ تائید الاسلام جناب علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی غایت المرام کا دوسرا حصہ ہے جو انھوں نے ۱۸۹۸ء میں تحریر فرمایا تھا۔ اس سے قبل پہلا حصہ ۱۸۹۳ء میں لکھا گیا تھا۔ دونوں کتابیں اس قدر مقبول ہوئیں کہ اشاعت سے چند ماہ بعد ہی ختم ہو گئیں اور بازار میں ان کی کوئی جلد باقی نہ رہی۔ لوگ اس کے نہایت شائق اور طالب تھے، اس لیے اسے دوبارہ شائع کیا گیا ہے"۔

حضرت قاضی صاحب نے اس پر جو مقدمہ تحریر کیا ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد محدثہ پر نیاز مند نے ایک مختصر رسالہ "غایت المرام" لکھا تھا۔ رب کریم کے محض فضل و کرم سے اس رسالے کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور دوسرے رسالے کے لیے احباب

واخوان نے نہایت شوق ظاہر کیا، لہٰذا ادب کے ساتھ یہ رسالہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری نیت سے خوب آگاہ ہے۔ نہ مجھے مرزا صاحب سے کچھ مخاصمت، نہ عناد، نہ ذاتی کاوش، نہ رنج۔ صرف دینِ خالص اور اسلام کی محبت اور حفاظت ونصرت کے خیال نے مجھے مجبور کیا کہ اس بارے میں جو فہم اور سمجھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دی ہے، وہ اپنے بھائیوں کے سامنے ظاہر کروں اور ان عقائد محدثہ میں جو جو غلطیاں اور مغالطے مرزا صاحب کی تحریر سے مجھے معلوم ہوئے ہیں، ناظرین کے سامنے بیان کردوں۔ انصاف مسلمان خود کرلیں گے اور اس ناچیز خدمت کا اجر وثواب میری نیت اور میرے عمل کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ عطا فرمادے گا۔ اس مختصر رسالے میں مرزا صاحب کے رسالہ ازالہ اوہام کے تمام ضروری مطالب کا جواب لکھ دیا گیا ہے۔

یہ تحریر ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کی ہے۔ یعنی عیسوی حساب سے ۹ جون ۱۸۹۴ء۔ لیکن کتاب ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی جو قمری حساب سے ۱۳۱۵ھ بنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسودہ مکمل ہونے کے چار سال بعد کتاب شائع ہوئی۔[13]

"غایت المرام اور تائید الاسلام" دراصل خود ساختہ نبوت کے دعویدار غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت اور نبوت کے دور میں تحریر فرمائی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ذات، شخصیت، اپنے دعاوی اور الہامات میں ایک ایسی گتھی ہے کہ جسے جاننا اور سمجھنا ایک انتہائی تکلیف دہ عمل ہے۔ مذکورہ شخص کبھی مسیح موعود ہے، کبھی مریم، کبھی نبی مرسل اور کبھی کچھ اور۔ مرزا نے اپنی تصنیفات میں اپنی ذات کو کچھ اس قدر پر پیچ، گنجلک اور چوں چوں کا مربہ بنایا ہوا ہے کہ عام آدمی کے لیے یہ عقدہ لاینحل ہے۔ لیکن برصغیر پاک وہند میں بڑی بڑی نامور علمی ہستیوں نے اس مکروہ چہرہ کا بڑی ذمہ داری اور حقانیت سے پردہ نہ صرف چاک کیا بلکہ عام مسلمانوں کو ان کے مکروہ جل وفریب سے آگاہ فرمایا ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ بھی اس سعادت میں ہراول دستہ کے جرنیل کی حیثیت اور مقام رکھتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں کتابیں اس جھوٹے مدعی نبوت کی مختلف کتابوں دعویٰ مسیحیت فتح السلام، توضیح المرام اور ازالہ اوھام کا ایک مسکت اور شواہد ودلائل سے بھرپور علمی اور تحقیقی جواب ہے۔[14]

"غایت المرام اور تائید الاسلام" دونوں کتابیں انیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر تشنگان حق کی آبیاری کی سعادت حاصل کرچکی تھیں اور قاضیؒ صاحب کی خداداد تصنیفی، تالیفی، تحقیقی، صلاحیتوں کا اعتراف کرواچکی تھیں۔[15]

خُطباتِ سلمان

قاضی صاحب کو ملک کی مختلف انجمنوں اور اسلامی اداروں کے سالانہ جلسوں میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی اور بعض جلسوں کا صدر بھی انھیں منتخب کیا جاتا تھا۔ ان جلسوں میں آپؒ تحریری خطبہ صدارت پڑھتے تھے۔ اس قسم کے خطبے جو دستیاب ہیں وہ "خطبات سلمان" کے نام سے کتابی شکل میں مطبوع ہیں اور تعداد میں دس ہیں۔ یہ خطبے مولانا عبد المجید خادم سوہدروی نے جمع کر کے پہلی مرتبہ "مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ" کی طرف سے ۱۹۳۸ء میں شائع کیے تھے جو ۳۰۔۲۰۔۱۶ کے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھے۔ یہ خطبات بڑے معلومات افزا ہیں۔ ان خطبات کی تفصیل جو مرتب شکل میں پیش نگاہ ہے، یہ ہے:

اَ) پہلا خطبہ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور شہر آگرہ میں ارشاد فرمایا۔ اس پر تاریخ درج نہیں ہے، لیکن یہ شدھی کی تحریک کے زمانے کا خطبہ ہے جو ۱۹۲۳ء میں ایک آریہ سماجی رہنما مہاتما منشی رام نے شروع کی تھی، جس نے اپنا نام شردھانند رکھ لیا تھا اور متعصب ہندوؤں کی مدد سے مسلمانوں کو جبراً دائرۂ اسلام سے خارج کر کے ہندو بنانے کی مہم چلائی تھی۔ کئی سال یہ تحریک جاری رہی تھی۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں نے تحریکِ تبلیغ کا آغاز کیا تھا۔ اس دور کے علمائے کرام کے ذمے دو کام تھے۔

اول: مسلمانوں کو حلقۂ اسلام سے باہر نکلنے سے روکنا۔

دوم: ہندوؤں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا۔

شدھی تحریک کا زیادہ زور یوپی میں تھا اور آگرہ اس تحریک کا گڑھ تھا۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ بہ سلسلہ تبلیغ بہت سے علمائے کرام آگرہ میں جمع ہوئے اور ایک عوامی جلسے کی صورت بن گئی۔ یہ جلسہ قاضی صاحب کی صدارت میں ہوا۔ اس موقعے پر قاضی صاحب نے جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ ۵۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس خطبے میں جامعیت کے ساتھ مذاہب عالم کی تاریخ بیان کی گئی ہے جس سے ان مذاہب کی تمام خصوصیات مبرہن ہو جاتی ہیں۔

ب) دوسرا خطبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے اجلاس منعقدہ ۱۸۹۹ء میں پڑھا گیا۔ اس اجلاس میں بہت سے جید علمائے کرام شامل ہوئے تھے جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے تشریف لائے تھے۔

قاضی صاحب کے خطبے کا عنوان تھا "کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟" چھیالیس (۴۶) صفحات پر محیط یہ خطبہ زیر بحث مسئلے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ت) تیسرے خطبے کا عنوان "الاسلام فی الہند" ہے۔ یعنی ہندوستان میں اسلام کیوں کر پھیلا۔ یہ خطبہ انھوں نے انجمن اہلِ حدیث لاہور کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء میں پڑھا تھا۔ یہ تاریخی اور تحقیقی نوعیت کا خطبہ ہے جو اپنے موضوع کے ہر گوشے کا وضاحت کناں ہے۔ خطبہ اکیس صفحات پر محیط ہے۔

ث) چوتھا خطبہ جو "پیامِ اسلام" کے عنوان سے درج کتاب ہے، ۷ اپریل ۱۹۲۸ء کو ہندوستان کے صوبہ سی پی کے ایک شہر "سیونی" کی پراونشل تبلیغ کانفرنس میں ارشاد فرمایا اور وہاں کی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام نے شائع کیا۔ خطبہ بہت مقبول ہوا اور کئی بار شائع ہوا۔ انتیس (۲۹) صفحات کے اس خطبے کو خزینۂ معلومات کی حیثیت حاصل ہے۔

ج) پانچویں خطبے کا عنوان "فضائل اسلام" ہے۔ یہ خطبہ قاضی صاحب نے حالتِ سفر میں ۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو ریاست جے پور کے ایک مقام "چھاونی نیم کا تھانہ" میں قلمبند کیا اور ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے اجلاس میں پڑھا۔ یہ خطبہ اکتالیس (۴۱) صفحات پر پھیلا ہوا ہے جو انھوں نے ہندوستان کے بہت سے علمائے عظام کے مجمعے میں ارشاد فرمایا۔

ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے سالانہ اجلاس اس دور میں ملک کے مختلف مقامات میں منعقد ہوتے تھے، جن کی صدارت کا فریضہ ہندوستان کی معروف و ممتاز شخصیات میں سے کوئی صاحب سرانجام دیتے تھے۔ مذکورہ جلسے کی صدارت قاضی صاحب کے ذمے تھی۔

ح) آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ۱۹۰۶ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کا صدر دفتر دہلی میں تھا۔ اس کے سالانہ جلسے عام طور سے بدل بدل کر مختلف شہروں میں معرض انعقاد میں آتے تھے۔ ہر جلسے کا صدر بالعموم بدل جاتا تھا۔ مارچ ۱۹۲۸ء کو اس کا سالانہ جلسہ قاضی صاحب کی زیر صدارت آگرہ میں ہوا۔ قاضی صاحب نے "تبلیغ اہل حدیث" کے عنوان سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو اپنا خطبہ صدارت پڑھا جو بیالیس (۴۲) صفحات پر محتوی ہے۔

خ) مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کا ایک مشہور مقام بٹالہ تھا۔ وہاں کی جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا نام انجمن خادم المسلمین تھا، جس کے سالانہ جلسوں میں ملک کے متعدد علمائے کرام شرکت

فرماتے تھے۔ اس کا پہلا جلسہ ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو منعقد ہوا تھا، جس کی صدارت قاضی صاحب نے فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں جو خطبہ انھوں نے پڑھا، اس کا عنوان "تعریف مسلم" ہے۔ پندرہ صفحات کا یہ خطبہ اپنے موضوع میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ خطبات میں مرقوم ترتیب کے اعتبار سے قاضی صاحب کا یہ ساتواں مطبوعہ خطبہ ہے۔

د) آٹھویں خطبے کا عنوان "مذہب اہلِ حدیث" ہے۔ یہ خطبہ قاضی صاحب نے انجمن خادم المسلمین بٹالہ کے دوسرے سالانہ جلسے میں ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو پڑھا۔ بائیس صفحات پر مشتمل ہے۔

ذ) نواں خطبہ "فرائض اہل حدیث" کے موضوع سے متعلق ہے جو انجمن اہل حدیث جہلم کے دسویں سالانہ جلسے میں ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو پڑھا گیا۔ سولہ صفحات کا یہ خطبہ موضوع کے اعتبار سے اپنے اندر بڑی جامعیت رکھتا ہے۔

ر) دسواں خطبہ چونڈہ کی انجمن تبلیغ الاسلام کے جلسے میں پڑھنے کے لیے لکھا گیا تھا، لیکن کسی وجہ سے قاضی صاحب اس جلسے میں شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہ خطبہ کسی اور صاحب نے پڑھا تھا۔ اس کا عنوان "اصول تبلیغ" ہے۔ خطبہ پندرہ صفحات کا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جلسہ کس تاریخ کو منعقد ہوا تھا۔ البتہ خطبے کے اختتام پر ۳۰ رمضان ۱۳۴۶ھ مرقوم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تاریخ کو خطبہ لکھ کر قاضی صاحب نے چونڈہ کی انجمن تبلیغ الاسلام کے اصحابِ انتظام کو بھجوا دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ۳۰ رمضان سے اگلے روز یکم شوال یعنی عید الفطر کا دن تھا، جلسہ عید سے ہفتہ عشرہ بعد ہی منعقد ہوا ہو گا۔ عیسوی حساب سے ۲۱ مارچ ۱۹۲۸ء بنتا ہے۔[16]

تاریخ المشاہیر

اسلامی تاریخ قاضی صاحب کا خاص موضوع تھا۔ تاریخ المشاہیر اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ اس کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۸۹۹ء میں امرتسر سے ایک ہفت روزہ اخبار "وکیل" شائع ہوتا تھا، جس کی مسند ادارت پر کچھ مدت مولانا ابوالکلام آزاد بھی فائز رہے تھے۔ اس اخبار کے مالک منشی غلام محمد تھے اور وہ اخبار میں تصویریں چھاپنے لگے تھے۔ اخبار بڑا مقبول تھا اور اچھی خاصی تعداد میں چھپتا تھا۔ قاضی صاحب اس کے قارئین میں شامل تھے۔ انھوں نے منشی غلام محمد کو خط

لکھا کہ آپ اخبار میں تصویریں نہ چھاپا کریں، اگر مضامین کی قلت ہے تو میں ہر ہفتے مشاہیر اسلام میں سے کسی مشہور شخصیت کے بارے میں چند ضروری باتیں لکھ کر بھیج دیا کروں گا۔ منشی صاحب نے یہ تجویز پسند فرمائی اور ۱۸۹۹ء میں اس موضوع پر قاضیؒ صاحب کا سلسلہ مضامین شروع ہو گیا جو کافی عرصہ جاری رہا۔[17] آپ نے ائمہ اربعہ یعنی "امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ ایسے عظیم ائمہ و مجتہدین کے تذکرے اپنے خاص صحافتی اسلوب بیان سے قلمبند فرمائے۔ ان عظیم شخصیات کے احوال، علاقائی ماحول، ان کی خداداد صلاحیتوں، ان کے تفقہ کے جلیل القدر تذکرے، ان کی زندگیوں کے اخلاق و کردار دینی لگن، تڑپ، علمی، تحقیقی اور مجتہدانہ کارہائے نمایاں سے مسلمانانِ برصغیر کو آگاہ کیا۔[18]

۱۹۲۷ء کے لگ بھگ مولانا عبد المجید خادم سوہدروی مرحوم نے قاضی صاحب سے کتابی صورت میں ان مضامین کی اشاعت کے لیے درخواست کی جو قاضی صاحب نے منظور فرمائی۔ پھر کچھ تو "وکیل" میں شائع شدہ مضامین جمع کیے گئے اور قاضی صاحب نے ان میں اضافہ فرمایا اور کچھ نئے مضامین سپرد قلم فرمائے۔ اس طرح یہ کتاب اکتوبر ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔[19]

یہ خوبصورت کتاب ان ائمہ عظام کے ساتھ ساتھ بے شمار اسلامی اور تاریخی عمائد و عظام کی زندگیوں کے بھرپور تذکروں سے بھی معمور ہے اور یہ تذکرہ خود مؤلفؒ کی حیات مبارکہ ہی میں "الوکیل" میں چھپنے کے بعد ایک خوبصورت کتاب کی صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عام قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ کر قاضیؒ صاحب کی علمی اور فکری صلاحیتوں کا لوہا منوا چکا تھا۔[20]

سید البشر ﷺ

قرآن، حدیث اور سیرت رسول (ﷺ) وہ موضوع تھے جنھیں قاضی صاحب کے مرکز محبت کی حیثیت حاصل تھی۔ ان موضوعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا تھا اور وہ تحریر و تقریر میں ان موضوعات کی جس پیرایۂ بیان میں صراحت فرماتے تھے، وہ انھی کے ساتھ مخصوص تھا۔[21]

سید البشر سیرۃ النبی ﷺ پر دیئے گئے چار (۴) لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انھوں نے متحدہ پنجاب کے مشہور شہر امرتسر کے ایم اے او (M.A.O) ہائی سکول میں ارشاد فرمائے تھے اور مصنف

ہی کے بھتیجے قاضی حبیب الرحمن مرحوم نے کتابی صورت میں ترتیب دیئے تھے جو ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی عقیدتوں کا والہانہ اظہار ہے۔[22]

یہ کتاب نایاب تھی۔ اب افادہ عام کے لیے قاضی صاحب کے سب سے چھوٹے پوتے قاضی حسن معزالدین اسے خوبصورت انداز میں شائع کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح یہ بھی ان کی اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب میں تقابل ادیان کا عنصر بڑا غالب ہے۔[23]

المسح علی الجوربین

علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی ایک مشہور و ممتاز عالم گزرے ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف میں سے ایک رسالہ "المسح علی الجوربین" ہے، جس کی تصنیف سے وہ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ (فروری ۱۹۱۴ء) میں فارغ ہوئے، پھر جلد ہی یہ رسالہ مصنف کے وطن دمشق میں شائع ہو گیا تھا۔ قاضی صاحب کا ایک مرتبہ دہلی جانا ہوا تو انھیں یہ رسالہ حاجی محمد عبد الغفار صاحب نے دیا جو دہلی کے مشہور اہل حدیث بزرگ حاجی علی جان کے نبیرہ تھے۔ قاضی صاحب نے یہ رسالہ پڑھا تو وہ مصنف کے اندازِ بیان اور طرزِ تحریر سے متاثر ہوئے اور اس کا اردو ترجمہ کر دیا۔

یہ رسالہ حاجی عبد الغفار نے محبوب المطابع دہلی سے شائع کرایا۔ ہر صفحے کے دو کالم کیے گئے ہیں۔ دائیں کالم پر عربی متن ہے اور بائیں پر اردو ترجمہ---!

اس موضوع سے متعلق علامہ دمشقی نے ہدایہ کی کوئی عبارت درج نہیں کی تھی۔ لیکن قاضی صاحب نے آخر میں ہدایہ کی ایک عبارت بھی درج کر دی ہے، جس سے جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی عبارت بھی درج فرمائی گئی ہے جو مسح جراب پر دلالت کناں ہے۔[24]

رسالہ استقامت

"رسالہ استقامت" مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کا ایک تبلیغی مکتوب گرامی ہے جو ایک متذبذب مسلمان کے خط کے جواب میں قاضی صاحب نے ۱۹۰۶ء میں ارسال کیا۔ صاحبِ مکتوب کو دینِ اسلام سے متعلق چند اعتراضات تھے جن کے ازالہ کے لیے انہوں نے قاضی صاحب کو خط لکھا اور ان اعتراضات واستفسارات کے متعلق صاحبِ مکتوب نے ارقام فرمایا تھا کہ اگر مجھے تسلی بخش

جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں دفتر جارہا تھا کہ راستہ میں مجھے پوسٹ مین نے یہ خط دیا تو گھر واپس ہو گیا اور آدھ گھنٹہ میں اس خط کا مدلل جواب تحریر کیا۔ قاضی صاحب کا خط جب اُن کے پاس پہنچا تو انہیں اطمینان قلب نصیب ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن صاحب کو دینِ اسلام پر استقامت کی نعمت بخشی، اور وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اسلام کے مناد اور واعظ بن گئے اور اسی مبارک خدمت میں رحمتِ حق سے واصل ہوئے چونکہ یہ صاحب سناتن دھرمی ہندو تھے پھر آریہ ہوئے اور دیانند سرسوتی کے ساتھ بھی رہے ان سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ بعد ازاں مسلمان ہو گئے اور اسلام کے واعظ بنے۔ قبولِ اسلام کے بعد دو یا تین ماہ قاضی صاحب کے پاس ان کے مکان پر مقیم رہے، پھر چلے گئے اور چھ ماہ تک کچھ پتا نہ چلا کہ کہاں ہیں۔ بعد ازاں قاضی صاحب کے نام اُن کا خط آیا جس میں کچھ اعتراضات کی تفصیل بیان کی جو چھ مہینے کے عرصے میں اسلام کے متعلق ایک عیسائی پادری صاحب نے تیمارداری کے دوران اُن کے دل میں پیدا کر دیئے تھے۔ قاضی صاحب نے اُن اعتراضات کے جب تسلی بخش جوابات دیئے تو انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام پر استقامت عطا کر دی۔ بعد ازاں یہ خط ایک کتاب کی شکل میں "رسالہ استقامت" کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کی اشاعت کے کافی سال بعد ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ / مئی ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوان قائم کرکے مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے شائع کیا۔ اس کے بعد جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ / اپریل ۱۹۸۳ء میں تیسری دفعہ صوفی احمد الدین حنیف کی زیر نگرانی محمدی اکیڈمی ناشران کتب محلہ مسجد توحید گنج منڈی بہاؤالدین سے شائع ہوا۔ یہ ایک محققانہ رسالہ ہے جو اس وقت نایاب ہے۔[25]

برہان

ایک مسیحی پادری نے جولائی ۱۹۱۴ء میں غازی محمود دھرم پال مرحوم کے معروف رسالہ "المسلم" جو لدھیانہ سے نشر ہوتا تھا، کے توسط سے شق وار چار سوالات پر مشتمل ایک توضیحی خط قاضی سلیمان منصور پوریؒ کے نام ارسال کیا تھا۔

اَ) صحف انبیاء توریت، انجیل اور قرآن شریف آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

ب) حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کے مدارج کیا ہیں؟ آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

ت)حضرت موسیٰؑ کس بات میں نمونہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ کس بات میں؟

ث)حضرت محمد ﷺ کی ذاتی زندگی کے برتاؤ کا انسانی حاجتوں میں کس زمانے کے لوگوں سے مقابلہ کریں تا کہ وہ عمدہ اور اعلیٰ ثابت ہو؟

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے تقریباً پانچ ماہ بعد بھٹنڈہ میں جہاں ان دنوں موصوف اپنی سیشن جج (Session Judge) کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں تعینات تھے، ان تمام وضاحت طلب سوالات کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ پادری صاحب کے خط کا جواب بڑا فاضلانہ، عالمانہ، محققانہ اور کتب سماوی بالخصوص تورات وانجیل پر آپ کی کامل دسترس کا آئینہ دار تھا۔ جب ریاست پٹیالہ کے مسلمانوں نے اس خط کو افادۂ عام کے لیے طبع کروانا چاہا تو قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے بصد خوشی ومسرت طباعت کی مشروط اجازت مرحمت فرمائی کہ مصلحتاً پادری صاحب کا نام ظاہر نہ کیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ فاضل پادری ایک مصلح عالم کے کردار واخلاق اور تسلی بخش جوابات سے متاثر ہو کر نہ صرف حلقہ بگوش اسلام ہو گیا بلکہ بہت بڑا داعی اور مبلغ اسلام بن گیا۔

سفر نامہ حجاز

قاضی نے پہلا حج ۱۹۲۱ء میں کیا تھا۔ یہ ۵۴ افراد کا قافلہ تھا۔ ان میں سے تین حضرات وفات پا گئے تھے۔ ایک جاتے ہوئے جہاز میں فوت ہوئے۔ ایک کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا اور ایک نے واپس آتے ہوئے جہاز میں رحلت کی۔

قاضی صاحب نے ۳ مئی ۱۹۲۱ء کو اپنے کام کا چارج کسی دوسرے شخص کو دیا۔ ۵ مئی کو گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچے۔ ۷ مئی کو دہلی سے بمبئی کا عزم کیا۔ بمبئی وکٹوریہ ریلوے اسٹیشن پر اترے۔ وہاں جو حضرات استقبال کے لیے موجود تھے ان میں مولانا محمد علی لکھوی اور مولانا محی الدین احمد قصوری بھی شامل تھے۔ بمبئی سے یہ قافلہ ۱۷ مئی کو "جدہ" جہاز پر سوار ہوا اور عصر کے وقت وہاں سے روانگی ہوئی۔ ۱۹ مئی کو جہاز کراچی پہنچا۔ ان کو پہلے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ بمبئی سے جہاز کراچی جائے گا۔ روانگی سے ایک دن پہلے بتایا گیا کہ یہاں سے جہاز کراچی کو روانہ ہو گا۔ وہاں سے حاجیوں کو سوار کیا گیا اور آٹھ گھنٹے وہاں قیام رہا۔

اس زمانے میں آج کل کی طرح سہولتیں بالکل حاصل نہ تھیں۔ نہ سفر زیادہ آرام دہ تھا اور نہ قیام میں وہ سہولتیں میسر تھیں جو موجودہ دور میں میسر ہیں۔ قاضی صاحب کے اس سفر نامہ حجاز میں اس سلسلے کی تمام تفصیلات موجود ہیں۔ مختلف حجاج کرام نے بے شمار سفر نامے لکھے ہیں، مختصر بھی، متوسط بھی اور مفصل بھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قاضی صاحب کا سفر نامہ ان سب سے بہت حد تک مختلف ہے۔ اس قسم کا سفر نامہ شاید آج تک کسی نے نہیں لکھا ہو گا۔ قاضی صاحب کا کمال یہ ہے کہ وہ جس مقام کا ذکر کرتے ہیں اس کی تاریخ کے وہ تمام پہلو جن سے وہ اپنے قاری کو مطلع کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بیان کر دیتے ہیں۔ یہ سفر نامہ بڑے سائز کے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ متعدد مقامات کے نقشے دیے گئے ہیں۔

پہلی دفعہ یہ سفر نامہ ۱۹۲۴ء (۱۳۲۴ھ) میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۸۶ء میں قاضی عبد الباری صاحب کے زیر اہتمام اُن کے ذاتی مصارف سے شائع ہوا۔ دوسری اشاعت کے آخر میں قاضی عبد الباری کے بڑے بھائی قاضی عبد الباقی صاحب نے "سیرت سلمان" کے عنوان سے قاضی صاحب کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ ان کا کچھ فارسی کلام بھی درج کیا ہے، جس کا اردو منظوم ترجمہ قاضی عبد الباری کے چھوٹے بھائی قاضی عبد الکبیر نے کیا ہے۔

ان تصانیف کے علاوہ قاضی صاحب کی چند اور تصنیفات ہیں مثلاً امام رازی کی تفسیر سورۂ فلق کا ترجمہ، نماز مترجم، حج و عمرہ کے مسائل پر مشتمل "تبیان"، امام غزالی کے بعض افکار کا ترجمہ "آئینہ تصوف" وغیرہ، جو کہ اس وقت نایاب ہیں۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کی یہ چند یادگار تصانیف ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ قاضی صاحب کی اور بھی بہت سی کتابیں اور تحریریں ہیں جو مختلف رسائل و جرائد کی زینت بنتی رہی ہیں۔ معراج المؤمنین، اسلام اور تلوار، تبلیغ اسلام، واقعہ کربلا، قرآن انجیل اور توراۃ میں تقابل، ان کی دیگر مؤلفات ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

---

1 - منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ۲/۱۲

2 - رحمۃ للعالمین، ۳/۱۰ (حاشیہ)

3 - محمد اسحق بھٹی (تذکرہ نگار)، تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مطبوعہ المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور، ص: ۲۹۹

4 - منصوری پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، معارف الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ، مکتبہ نذیریہ، قینچی امر سدھو، فیروز پور روڈ، لاہور، س۔ن، ص: ۷

5 - رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۱

6 - بھٹی، محمد اسحق، تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، ص: ۳۰۳؛ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، اصحابِ بدر (تخریج شدہ)، مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور، ۲۰۱۵ء، دیباچہ، ص: ۲۵

7 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۳

8 - رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۱

9 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۳ - ۳۰۴

10 - رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۱

11 - رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۳-۵۲

12 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۴ - ۳۰۵

13 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۵ - ۳۰۷

14 - رحمۃ للعالمین ۱/ ۵۳

15 - ایضاً

16 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۷ - ۳۱۱

17 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، ص: ۳۱۲

18 - سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ۱/ ۵۴

19 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۱۲

20 - سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ۱/ ۵۴

21 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۲

22 - سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ۱/ ۵۴

23 - بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۰۲

24 -ایضاً، ص: ۳۱۲ - ۳۱۳

25 - منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، استقامت، محبوب احمد (کاتب)، زیرِ اہتمام صوفی احمد الدین حنیف، محمدی اکیڈمی ناشران کتب محلہ مسجد توحید گنج، منڈی بہاؤالدین، طبع سوم جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ / اپریل ۱۹۸۳ء؛ بھٹی، محمد اسحق، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ص: ۳۱۴